تربیت و تزکیہ

اہمیت و شرائط

عبدالرشید صدیقی

ہر کام کرنے کا ایک طریقہ اور ایک ڈھنگ ہوتا ہے۔ جب تک اس کا علم اور تجربہ نہ ہو' کام صحیح طریقے سے انجام نہیں دیا جا سکتا۔ فارسی کا مشہور شعر ہے:؎

ہرچہ دانا کند کند ناداں   لیک بعد از خرابی بسیار

چنانچہ اسی "خرابی بسیار" سے بچنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ کام صحیح طور پر کرنے کے اصول اور ضوابط کے بارے میں آگاہی حاصل ہو۔

کسی بھی تنظیم کی کامیابی کے لیے افرادی قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یعنی اس میں ایسے باصلاحیت لوگ موجود ہوں اور مسلسل موجود رہیں جو تنظیم کے کام کو آگے بڑھا سکیں۔ تربیت کی اس اہمیت کے پیش نظر دینی لٹریچر میں بجا طور پر اسے اولیت دی گئی ہے۔ ہمارے دین کا تعلق زندگی کے تمام شعبوں سے ہے اس لیے ہماری تربیت بھی ہمہ جہتی ہونی چاہیے۔

تزکیہ نفس

تربیت کا اہم بلکہ لازمی اور بنیادی پہلو انسان کا تزکیہ نفس ہے۔ لفظ تزکیہ کے دو مفہوم ہیں: ایک' پاک و صاف کرنا اور دوسرے' نشوونما دینا۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ جو چیز برائی اور فساد سے پاک ہو گی وہ لازماً اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق پروان چڑھے گی۔ انبیا علیہم السلام انسانی نفوس کا جو تزکیہ کرتے تھے اس میں یہ دونوں چیزیں پائی جاتی تھیں۔ وہ لوگوں کے دلوں اور ان کے اعمال و اخلاق کو غلط چیزوں سے پاک و صاف کرتے اور ان کے اخلاق کو نشوونما بھی دیتے تھے۔ فی الحقیقت انبیا علیہم السلام کی بعثت کا ایک اہم مقصد تزکیہ نفوس تھا۔ چنانچہ سورۃ الجمعۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد کا ذکر یوں فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (۶۲:۲)

وہ جس نے امیوں میں انھی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک اس سے پہلے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

انسان کی اصل کامیابی اور فلاح اسی میں ہے کہ وہ اپنی خواہشات نفس کے غلط رجحانات پر کنٹرول رکھے اور نیکی کی راہ اختیار کرے۔ سورۃ الشمس میں فرمایا:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ (۹۱:۷-۱۰)

اور نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی، یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔

اور سورۃ الاعلیٰ میں فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی ۝ (۸۷:۱۴)، "فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی"۔

اس لیے معلوم ہوا انسان کی نجات اور اس کی فلاح کا دارومدار بھی تزکیہ نفس پر ہے۔ ہر روز پانچ وقت موذن حی علی الفلاح کی صدا بلند کر کے نماز کی طرف بلاتا ہے۔ اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ نماز ہمارے نفوس کے تزکیہ کے لیے ہے اور اس نماز کی ادائیگی سے ہمارا تزکیہ ہو گا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں فلاح نصیب فرمائیں گے۔

حصول تزکیہ کے لیے بنیادی اوصاف

تزکیہ کی اہمیت اور ضرورت کے تعین کے بعد ان بنیادی صفات اور عوامل سے آگاہ ہونا چاہیے جن کے بغیر تزکیہ نفس کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔

۱- **نیت اور ارادہ :** مشہور حدیث ہے کہ تمام اعمال کا دارومدار صرف نیت پر ہے (بخاری، مسلم)۔ اس لیے نیت کی پاکیزگی کا اہتمام انتہائی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تزکیہ نفس کی کوشش میں اولین اہمیت نیت کو حاصل ہے۔ جب تک انسان نیک نیتی سے اصلاح نفس کے لیے آمادہ نہیں ہوتا، تو اسے توفیق الٰہی کی سعادت حاصل نہیں ہوتی۔ یہ توفیق اسے اس لیے میسر آتی ہے کہ وہ اپنی اصلاح اور تبدیلی کا سچا اور پکا ارادہ کر لیتا ہے۔ نیت کی درستی کے بعد ارادہ کرنا، منزل کی طرف پہلا قدم ہے۔

ارادے کی اس اہمیت کو مولانا امین احسن اصلاحی اپنی کتاب' تزکیہ نفس میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

آدمی کا ارادہ اگر مضبوط نہ ہو اور وہ اس ارادے سے کام نہ لے تو دنیا کی بہتر سے بہتر رہنمائی بھی اس کے لیے بالکل بے سود ہے۔ قرآن سے بہتر کتاب دنیا میں اور کیا ہو سکتی ہے لیکن اس کا نفع بھی انھی لوگوں کو پہنچتا ہے جو اس کی ہدایات پر عمل کرنے کے لیے عزم بالجزم کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو اس سے کوئی نفع بھی نہیں پہنچتا جو اس کی فصاحت و بلاغت کی تعریف میں تو بہت رطب اللسان رہتے ہیں لیکن اس کی ہدایات پر عمل کرنے کا ارادہ ان کے اندر نہیں پایا جاتا۔ تصوف کی اصطلاح میں جس کو مرید کہا جاتا ہے' میرے نزدیک اس سے مراد درحقیقت وہی شخص ہے جو اپنے نفس کی اصلاح و تربیت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے اور اس راہ میں ہر صعوبت خوش دلی کے ساتھ جھیلنے' ہر قربانی پیش کرنے اور جان و مال کی ہر بازی کھیل جانے کے لیے ہمہ تن مستعد ہے۔ جس مرید میں اس طرح کا ارادہ نہ پایا جاتا ہو وہ فی الحقیقت مرید ہی نہیں ہے (صفحہ ۱۲)۔

صحابہ کرامؓ کس طرح اپنے تزکیہ کے متلاشی تھے' وہ سورۃ عبس میں حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کے واقعے سے ظاہر ہوتا ہے۔ فرمایا: وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ ○ (۸۰:۳)' "تمھیں کیا خبر' شاید وہ اپنا تزکیہ کرتا"۔ وہ نابینا ہونے کے باوجود اپنے تزکیہ نفس کے لیے رسول اللہؐ کی صحبت میں حاضری دیتے تھے۔

یہاں اس حقیقت کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ انسان بہت سی چیزوں کی خواہش کرتا ہے لیکن خواہش کا نام ارادہ نہیں ہے۔ محض خوش آیند تمناؤں سے کبھی بھی منزل تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ انگریزی کا ایک مقولہ ہے:

If wishes were horses beggars would ride. ' "اگر خواہشات تیز رَو گھوڑے ہوتیں تو فقرا سواریاں کرتے"۔

انسان کی بنیادی کمزوریوں میں ایک کمزوری عزم کی کمی ہے۔ اس طرف اللہ تعالیٰ نے یوں اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ○ (طٰہٰ ۲۰:۱۱۵)

ہم نے اس سے پہلے آدمؑ کو ایک حکم دیا تھا' مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم نہ پایا۔

چنانچہ عزم اور ارادے کی یہ کمزوری انسان کی سرشت میں ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ انسان ہر وقت چوکنا رہے اور ثابت قدمی سے اس راہ پر گامزن رہے۔

۲- صفات مطلوبہ کا ادراک و فہم

علم کی اہمیت اور فضیلت قرآن و حدیث میں نہایت بین اور واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ قرآن مجید کے نزول کی ابتدائی آیات میں علم کا تذکرہ ہے اور سب سے پہلا لفظ اقرأ، جس کے معنی پڑھنے کے ہیں، نازل ہوا۔ سب سے پہلی نعمت جو حضرت آدم علیہ السلام کو عطا ہوئی وہ علم ہی تھا اور اس وجہ سے انسان کو کائنات کی تمام مخلوقات پر فوقیت دی گئی ہے۔ حدیث میں حصول علم کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں، کتاب الوحی اور کتاب الایمان کے بعد تیسرا عنوان کتاب العلم باندھا ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم کا آغاز کتاب العلم سے کیا ہے۔ اس کے تحت سات ابواب ہیں۔ بغیر علم کے نہ انسان ان مطلوبہ صفات کو حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنی برائیوں اور کمزوریوں سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔

علم اور دین کا فہم پیدا کرنے کے لیے محض لٹریچر پڑھ لینا کافی نہیں۔ علم اس وقت تک نافع نہیں ہوتا جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے۔ صحابہ کرامؓ کا دستور یہ تھا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں بھی پڑھ لیتے تھے تو جب تک ان آیات کے تمام علم و عمل کو اپنے اندر جذب نہ کر لیتے، آگے قدم نہ بڑھاتے۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے قرآن کے علم و عمل دونوں کو ایک ساتھ حاصل کیا ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں: علم کا ایک باب سیکھنا اور اس پر عمل کرنا دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسے حدیث کی اصطلاح میں علم نافع کہا گیا ہے یعنی جو خود بھی نفع بخش ہو اور اس کا سب سے پہلا ثمر خود انسان کے عمل کی صورت میں رونما ہو۔

علم نفسیات کے ماہرین کی تحقیق ہے کہ:

ہم یاد رکھتے ہیں: ۱۰ فی صد جو پڑھتے ہیں، ۲۰ فی صد جو دیکھتے ہیں، ۵۰ فی صد جو دیکھتے اور سنتے ہیں، ۸۰ فی صد جو کہتے ہیں، ۹۰ فی صد جو ہم کہتے ہیں اور کرتے بھی ہیں۔

اس لیے علمی استعداد بڑھانے کے لیے عملی مشق بھی ضروری ہے۔ انگریزی کی مشہور کہاوت ہے:

مجھ سے کہو، میں بھول جاؤں گا۔ Tell me, I forget.

مجھے دکھاؤ، میں یاد رکھوں گا۔ Show me, I remember.

مجھے کام میں شامل کرو تاکہ میں سمجھوں۔ Involve me, I understand

۳- عملی جدوجہد: سعی مسلسل

مصمم ارادے اور مطلوبہ علم کے بعد اس راہ میں پوری تندہی سے کوشش بھی ضروری ہے۔ دعا بے حد ضروری ہے لیکن جدوجہد اور کوشش کیے بغیر، محض دعاؤں کے بل پر معجزات رونما نہیں ہوتے۔ بغیر کوشش اور جدوجہد کے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ○ (النجم ۵۳:۳۹)،

"اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے"۔ کوشش بھی محض خانہ پری کے لیے یا جیسے تیسے کام کر لینے کا نام نہیں بلکہ اس طرح کہ اس کوشش کا حق ادا ہو جائے اور اس میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادے اور کوشش کے سلسلے میں یہ بات بڑی وضاحت سے سورۃ بنی اسرائیل میں یوں فرمائی ہے:

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا○ (۱۷:۱۹)

اور جو آخرت کا خواہش مند ہو اور اس کے لیے سعی کرے جیسی کہ اس کے لیے سعی کرنی چاہیے، اور ہو وہ مومن، تو ایسے ہر شخص کی سعی مشکور ہو گی۔

اس طرح جہاد کے لیے بھی اس کی یہ شان بیان فرما دی کہ اس کا حق ادا ہو۔ (وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ)

۴- نصب العین کا شعور

ہمارا اصل نصب العین رضائے الٰہی اور آخرت کی کامیابی ہے۔ یہ منزل ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہیے۔ اس راہ میں بے حد مشکلات اور موانع ہوتے ہیں۔ کئی چیزیں منزل تک پہنچنے میں حائل ہوتی ہیں۔ ہمارا طرز عمل اس ندی کی طرح ہونا چاہیے جس کی منزل سمندر تک پہنچنا ہوتی ہے۔ بڑی سے بڑی چٹان بھی اس کا راستہ روک نہیں سکتی۔ وہ ہر چٹان سے ٹکرا ٹکرا کر اپنی قوت اور وقت ضائع نہیں کرتی بلکہ اپنے لیے ایک نیا راستہ تلاش کر کے منزل کی طرف پیش قدمی جاری رکھتی ہے۔ نصب العین کا شعور اور اس کے حصول کا شوق وہ مہمیز ہے جو ہمیشہ انسان کو بیدار رکھتا ہے۔

۵- اعلیٰ معیار

ہر کام کو احسن طریقے سے کرنے کا سلیقہ ہونا چاہیے۔ جو کام بھی ہو وہ اس طرح کیا جائے کہ اس کا حق ادا ہو جائے۔ ہر کام کو نہایت جاں فشانی اور دل سوزی سے کیا جائے۔ اس بات کو حدیث رسولؐ میں یوں بیان کیا گیا ہے: "بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اپنے کام تمام و کمال سے کرتے ہیں"۔ (بیہقی) اسلامی اصطلاح میں اس کو درجہ احسان کہتے ہیں۔

حدیث جبرئیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی تعریف یہ بیان فرمائی:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ (مسلم)

اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو تو سمجھو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

چنانچہ زندگی کے تمام ہی معاملات میں چاہے وہ عبادات ہوں یا معاملات، درجہ احسان کے حصول کا

اہتمام کرنا چاہیے۔ ہر مسجد میں امام، جمعہ کے خطبے میں سورۃ النحل کی یہ آیت یاد دہانی کے لیے تلاوت کرتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (۱۶:۹۰) "اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے"۔
اللہ تعالیٰ ان اعمال کو شرف قبولیت بخشتے ہیں جو خلوص دل سے احسن طریقے سے کیے جائیں۔

۶- معمول زندگی

کوشش کرنی چاہیے کہ تزکیہ ہماری زندگی کا مرکز و محور بن جائے نہ کہ محض ضمیمہ۔ تربیتی پروگرام ہماری تربیت میں ممد و معاون تو ہو سکتے ہیں لیکن یہ اس بات کا بدل نہیں ہے کہ ہم اپنی زندگی کے شب و روز اپنی تربیت کے لیے کوشاں رہیں۔ عارضی طور پر تربیتی پروگرام میں شرکت سے ہماری حس تربیت بڑھ جاتی ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے اس تزکیے کو ہم اپنی زندگی میں پوری طرح سمو لیں اور اس کا جزو لاینفک بنا لیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو عبادات فرض کی ہیں ان کی اصل غایت یہی ہے کہ ان کے ذریعے ہم اپنے نفوس کا تزکیہ کر سکیں۔

۷- استعانت اور تعلق باللّٰہ

تزکیہ نفس کا اصل مقصود یہی ہے کہ انسان کا رشتہ اس کے رب کے ساتھ استوار اور مضبوط ہو۔ تعلق باللہ کی نصیحت تمام صلحاے امت اپنے رفقا کو کرتے رہے ہیں۔ یہ تعلق جتنا گہرا ہو گا عمل میں خلوص اور ارادے میں استقامت برقرار رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت ہی وہ محرک ہے جو انسان کو مشکل سے مشکل حالات میں راہ حق سے کبھی بھی ہٹنے نہیں دیتی۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق اور آخرت میں جواب دہی کا احساس انسان کو بیم و رجا کے بین بین جادۂ منزل کی طرف کشاں کشاں لیے جاتا ہے۔

اللہ سے ہمارا تعلق کتنا ہے اور یہ بڑھ رہا ہے یا گھٹ رہا ہے، اس پر مولانا مودودیؒ نے نہایت وضاحت سے روشنی ڈالی ہے:

> اسے معلوم کرنے کے لیے آپ کو خواب کی بشارتوں اور کشف و کرامات کے ظہور اور اندھیری کوٹھڑی میں انوار کے مشاہدے کا انتظار کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اس تعلق کو ناپنے کا پیمانہ تو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے قلب میں رکھ دیا ہے۔ آپ بیداری کی حالت میں اور دن کی روشنی میں ہر وقت اس کو ناپ کر دیکھ سکتے ہیں۔ اپنی زندگی کا، اپنی مساعی کا اور اپنے جذبات کا جائزہ لیجیے۔ اپنا حساب آپ خود لے کر دیکھیے کہ ایمان لا کر اللہ سے بیع کا جو معاہدہ آپ کر چکے ہیں، اسے آپ کہاں تک نباہ رہے ہیں۔ (تحریک اور کارکن، ص ۱۵۵)

یہ بات تو مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور استعانت کے بغیر انسان کوئی کام بھی پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا۔ جو لوگ بندگی رب کی راہ اختیار کرتے ہیں، ہر آن ان کی آزمایش ہوتی ہے۔ یہ بات قرآن مجید میں اکثر مقامات پر بیان ہوئی ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ○ (العنکبوت ۲۹:۲-۳)

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ "ہم ایمان لائے" اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمایش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔

اس لیے ہماری آزمایش ضرور ہوگی کہ ہم اپنے ارادے میں مخلص ہیں یا ریاکار۔ ان آزمایشوں سے گزرنے کے بعد ہی ہم کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد حاصل ہوگی۔ اس لیے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور استعانت کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ فرماتے ہیں: "سورۃ الفاتحہ میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے ساتھ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ جو آیا ہے اس میں بھی یہی نکتہ ہے کہ خدا کی بندگی کا ارادہ اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک بندے کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل نہ ہو"۔

۸- احتساب اور جائزہ

انسان کتنے ہی عظیم منصوبے بنائے اور بڑی محنت اور کوشش سے راہ حق میں جدوجہد کرے، نیز اپنے نفس کی اصلاح کے لیے تگ و دو کرے لیکن ترغیبات نفس، شیطانی وساوس، حب دنیا، معاشرے کا دباؤ، خاندان کی ضروریات اور کتنی ہی اور دلچسپیاں اس کی راہ میں رکاوٹیں ڈالتی ہیں اور انسان کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ سب کچھ چاہنے کے باوجود وہ اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے۔ لیکن اس صورت حال میں قناعت کر لینے سے منزل کی طرف چلنا ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے بار بار اپنا احتساب کرنا چاہیے۔ اپنے اعمال اور اپنی نیتوں کا جائزہ لینا چاہیے۔ جو غلطی ہوئی ہو، اس پر نادم ہو کر از سر نو جدوجہد کا آغاز کرنا چاہیے۔ یہ محاسبہ نفس کتنا گراں ہی کیوں نہ محسوس ہو، یہی وہ ذریعہ ہے جس سے انسان وقت پر چوکنا ہو کر صحیح راہ کی طرف بار بار اپنا رخ متعین کرتا ہے۔ احادیث میں مروی ہے کہ رسولؐ اللہ دن میں ستر بار یا اس سے زیادہ استغفار کرتے تھے۔ وہ ہر لحہ اپنی فروگزاشت میں اپنے رب سے مغفرت کے طالب ہوتے تھے۔ یہ عادت اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہ انسان کو آخرت کی جواب دہی کے لیے ہمیشہ تیار رکھتی ہے۔ حاسبوا قبل ان تحاسبوا، "اپنا احتساب کرو، اس سے پہلے کہ تمھارا حساب لیا جائے" بڑی قیمتی نصیحت اور یاد دہانی ہے۔